Kashf Journal of Multidisciplinary Research
Vol: 02 - Issue 10 (2025)
P-ISSN: 3007-1992 E-ISSN: 3007-200X
https://kjmr.com.pk

راجندر سنگھ بیدی کے افسانے 'لاجونتی' کا تانیثی اور نفسیاتی تجزیہ

FEMINISTIC AND PSYCHOLOGICAL ANALYSIS OF RAJINDER SINGH BEDI'S SHORT STORY 'LAJWANTI'

ڈاکٹر طاہر نواز
شعبہ اردو، قراقرم انٹرنیشنل یونیورسٹی، گلگت

DOI: https://doi.org/10.71146/kjmr647

Article Info

This article is an open access article distributed under the terms and conditions of the Creative Commons Attribution (CC BY) license https://creativecommons.org/licenses/by/4.0

Abstract

Rajinder Singh Bedi is one of the most prominent short story writers in the history of Urdu literature. His foundational short story, 'Lajwanti', serves as a critical lens through which to examine the neglected social and psychological trauma experienced by women during the partition. This essay presents a comprehensive feminist and psychological analysis of 'Lajwanti' focusing on the enduring psychological trauma and socio-ideological control imposed on repatriated women. Ultimately, 'Lajwanti' is revealed as a profound ethical critique addressing the endemic failure of patriarchal structures to facilitate genuine social and psychological rehabilitation, concluding that the imposed 'violence of sanctification' constitutes a sophisticated, symbolic form of renewed oppression whose legacy remains pertinent within contemporary social systems.

Keywords:

Rajinder Singh Bedi, Lajwanti, Psychological Analysis, Subaltern Studies

راجندر سنگھ بیدی اردو ادب کے صفِ اول کے افسانہ نگاروں میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کی تحریروں کی سب سے بڑی خوبی انسانی نفسیات اور سماجی حقیقت نگاری ہے۔ وہ اپنے کرداروں کے باطن میں اتر کر ان کے جذبات، خوف اور خواہشات کو بڑی مہارت سے پیش کرتے ہیں۔ بیدی نے تقسیمِ ہند کے واقعات کو بھی قلم بند کیا ہے، لیکن ان کی زیادہ توجہ اس واقعے کے ذاتی اور جذباتی اثرات پر مرکوز رہی۔ انہوں نے اپنے افسانوں کو انسانی دکھوں کے بیان اور کرداروں کی نفسیاتی دروں بینی کی صورت میں ڈھال دیا۔ بیدی کا یہی اختصاص انھیں اپنے معاصرین میں نمایاں مقام کا حامل بناتا ہے۔

تقسیم کے پسِ منظر میں لکھے گئے افسانوں میں جہاں دیگر افسانہ نگاروں نے اس المیے کو سیاسی تنازعات، فسادات اور ہجرت کے وسیع میدان میں پیش کیا، بیدی نے اپنی توجہ نسوانی کرداروں کی ذاتی ٹوٹ پھوٹ اور روحانی کرب پر مرکوز رکھی۔ ان کا اختصاص یہ ہے کہ وہ عورت کو محض ایک کردار کے طور پر نہیں دکھاتے، بلکہ اسے ایک ایسی علامت بنا دیتے ہیں جو پدرسری معاشرے کے رشتوں کی پیچیدگیوں اور استحصال کا محور بن جاتی ہے۔ یہ نقطہ نظر ان کی کہانیوں کو محض سماجی حقیقت نگاری سے بلند کر کے المیے کی آفاقی کیفیت اور نفسیاتی دروں بینی کی گہرائیوں سے ہمکنار کرتا ہے۔

> "بیدی کا نام پریم چند کے بعد کے تین اہم افسانہ نگاروں میں شمار کیا جاتا ہے۔ اردو افسانے کو نئی سمت عطا کرنے میں منٹو، عصمت اور کرشن چندر کے ساتھ بیدی کا بھی بڑا اہم کردار رہا ہے۔ بیدی نے اردو افسانے کو کئی خوبصورت شہ پارے عطا کیے ہیں۔ ان کے افسانے اپنے موضوع Treatment اور کردار کی نفسیاتی تحلیل اور کردار نگاری کی وجہ سے اپنی انفرادیت قائم کرتے ہیں۔"1

راجندر سنگھ بیدی نے تقسیم ہند کے بعد کے سماجی و اخلاقی بحران، عورت کے سماجی و جسمانی استحصال، طبقاتی تقسیم، سماجی منافقت اور رشتوں کی پیچیدگی کو اپنے افسانوں کا موضوع بنایا ہے۔ ان کے کردار معاشرے کے عام انسان ہوتے ہیں جنھیں وہ بڑے اخلاقی فیصلوں کے ساتھ جوڑ کر کہانیوں کی سمت متعین کرتے ہیں۔ "لاجونتی" ان کی ایسی ہی ایک لازوال تخلیق ہے جو ان کے فن کی مکمل عکاسی کرتی ہے۔ یہ کہانی تقسیم کے بعد کے معاشرتی اور نفسیاتی منظرنامے کا گہرا مشاہدہ پیش کرتی ہے۔

> "لاجونتی ایک مغویہ عورت کی ایک خوبصورت کہانی ہے۔ اس کا دھیما لب ولہجہ، فسادات کے بعد بگڑی ہوئی، سہمی ہوئی فضا، گھر بساؤ کے بعد "دل میں بساؤ" کی تحریک اور ان سب کے امتزاج سے ابھرتی ہوئی وہی مظلوم عورت جس کی قدر کو جاننے کے بعد بھی نہ جانی گئی۔ یوں تو فسادات پر کہانیوں کا ایک انبار ہے۔ لیکن بیدی کی یہ کہانی ان سب سے الگ ایک گہرا نفسیاتی تجزیہ ہے۔"2

تقسیم کا المیہ برصغیر کی تاریخ کا ایک ایسا باب ہے جس نے انسانی نفسیات اور سماجی ڈھانچے پر گہرے نقوش چھوڑے ہیں۔ افسانہ "لاجونتی" ادبی بحث سے اکثر غائب رہنے والے پہلو کو اجاگر کرتا ہے کہ تقسیم کے نتیجے میں پیدا ہونے والا پدرسری تشدد کس طرح نفسیاتی صدمات کا محرک بنا۔ یہ کہانی محض ایک تاریخی بیانیہ نہیں بلکہ ایک گہرا سماجی اور فکری مطالعہ ہے جو پدرسری اداروں کی جڑوں کو بے نقاب کرتا ہے۔ اس افسانے میں بیدی نے روایتی ہیروازم کی تعریف کو چیلنج کیا اور ایک ایسے معاشرتی نظام کے پیچیدہ نقصان کو دکھایا جو ایک حقیقی عورت کی بجائے اس کے مثالی روپ کو اہمیت دیتا ہے۔

اپنے جوہر میں، "لاجونتی" ایک نائیت پسند متن ہے جو نسوانی پاکیزگی اور مردانہ عزت کے پدرسری بیانیوں کو توڑتا ہے۔ تقسیم کے دوران، خواتین کا اغوا اور عصمت دری محض تشدد کے اعمال نہیں تھے، بلکہ یہ مخالف برادریوں کو ذلیل کرنے کا ایک منظم طریقہ کار تھا۔ اس منطق میں، ایک عورت کا جسم اس کی برادری کی عزت کی علامت بن گیا، اور اس کا زندہ بچنا اکثر اس کی عزت پر ایک

دھبہ سمجھا جاتا تھا۔ بیدی اس رجحان پر گہری تنقید کرتے ہوئے یہ دکھاتے ہیں کہ کس طرح اغوا شدہ خواتین پر خودکشی کرنے کا سماجی دباؤ ہوتا ہے۔ سندر لال کی قیادت میں قائم ہونے والی "دل میں بساؤ" کمیٹی بظاہر ایک فلاحی اقدام نظر آتی ہے، لیکن اس کی کارکردگی ہمدردی کے پردے میں پدرسری تسلط کو دوبارہ مستحکم کرنے کا ایک آلہ ہے۔ خواتین سے ان کے تجربات کے بارے میں سوال نہیں کیا جاتا بلکہ انہیں محض "بازیاب" کر کے ایک ایسے سماجی نظام میں واپس دھکیل دیا جاتا ہے جو انہیں اس خلاف ورزی کا ذمہ دار ٹھہراتا ہے جو ان کے ساتھ ہوئی ہی نہیں۔ سندر لال کی جانب سے لاجونتی پر ماضی میں کیا جانے والا جسمانی تشدد، جسے وہ شادی کا ایک عام حصہ سمجھتی تھی، اس پہلے سے موجود پدرسری طاقت کے ڈھانچے کو مزید واضح کرتا ہے جس نے اسے پہلے ہی کمزور بنا رکھا تھا۔ یوں، اغوا کا تشدد پدرسری نظام کے روزمرہ کے جبر کی ہی ایک توسیع ہے۔

"لاجونتی" کا تانیثی مطالعہ گایتری چکرورتی اسپواک کے مابعد نوآبادیاتی نظریات، خاص طور پر ان کے "ماتحت کیا بول سکتی ہے؟" کے تصور کی روشنی میں اور بھی گہرا ہو جاتا ہے۔ ماتحت ایک ایسا فرد ہے جو سماجی، سیاسی اور جغرافیائی طور پر حاشیے پر رکھا جاتا ہے اور جس کی آواز کو غالب فکری اور سماجی نظام کے ذریعے دبا دیا جاتا ہے۔ تقسیم کے دوران لاجونتی اور اس جیسی دیگر خواتین کا تجربہ اسی ماتحت پوزیشن کی ایک المناک مثال ہے۔ ان خواتین کو محض ایک "چیز" سمجھا گیا، جن پر جنسی تشدد کیا گیا، اور پھر ریاستوں اور برادریوں کے درمیان سیاسی معاہدوں کے تحت ان کی "بحالی" کی گئی۔

"لاجونتی" کا المیہ اس وقت مزید واضح ہوتا ہے جب اس کی "بحالی" ایک سیاسی اقدام کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ تقسیم کے بعد ریاست اور سندر لال، دونوں ہی لاجونتی کے ذاتی صدمے کی حقیقت کو تسلیم کیے بغیر، محض ایک قومی یا گھریلو ضرورت کے تحت سماجی عمل میں بدل دیتے ہیں۔ چونکہ ماتحت کی آواز کو غالب فکری اور سماجی نظام کے ذریعے دبا دیا جاتا ہے، لاجونتی کو اپنے تجربات کی وضاحت یا بیان کا کوئی حق نہیں دیا جاتا۔ کہانی میں، لاجونتی کی آواز کو مکمل طور پر دبا دیا جاتا ہے۔ جب وہ واپس آتی ہے تو سندر لال اس کے ماضی کے صدمے کے بارے میں بات کرنے سے انکار کر دیتا ہے، اس کے تجربے کو مکمل طور پر نظر انداز کر دیتا ہے تاکہ اس کا اپنا جرم کم ہو سکے۔ اس کی آواز کا یہ سلب ہونا اسے ایک ماتحت بنا دیتا ہے۔ یوں وہ اپنا بیانیہ بنانے سے قاصر ہے، اور اس کی کہانی کو سندر لال کی خود غرض کفارہ کی داستان نے منجمد کر دیا ہے۔ اس طرح، سندر لال کا لاجونتی کو 'دیوی' کا درجہ دینا صرف ایک مہربانی کا عمل نہیں بلکہ اسے مزید بے آواز کرنے کا ایک طاقتور آلہ ہے۔ یہ اسے ایک مابعد نوآبادیاتی ماتحت کی حیثیت میں رکھتا ہے، جو کہ جسمانی تشدد سے بچ گئی لیکن لسانی تشدد کے ایک نئے پنجرے میں قید ہو گئی جہاں وہ اپنی سچائی کو بیان نہیں کر سکتی۔

> "مغویہ عورتوں میں کچھ ایسی بھی تھیں جن کے شوہروں، جن کے ماں، باپ، بہن اور بھائیوں نے انھیں پہچاننے سے انکار کر دیا تھا۔ آخر وہ مر کیوں نہ گئیں؟ اپنی عفت اور عصمت کو بچانے کے لیے انھوں نے زہر کیوں نہ کھا لیا؟ کنویں میں چھلانگ کیوں نہ لگا دی؟ وہ بزدل تھیں جو اس طرح زندگی سے چمٹی ہوئی تھیں۔"3

افسانے میں عورت کو پدرسری ثقافتی مظہر کے طور پر پیش کیا گیا ہے جہاں اس کا وجود اس کی عفت و عصمت کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ اگر کوئی عورت اس کردار کو نہیں اپناتی، تو سماجی طور پر اسے ناقابلِ قبول تصور کیا جاتا ہے۔ افسانے میں زہر کھانے یا کنویں میں کودنے کی ترغیب دراصل اپنی عزت کو بچانے کی بے جا کوشش کے طور پر بیان کی گئی ہے، جب کہ زندگی سے چمٹے رہنے والی کو بزدل کہنا اس سماج کی دہشت پسندانہ نفسیاتی کیفیات کی نشاندہی کرتا ہے۔ یہ اس بات کا اظہار ہے کہ عورت کو جیتے رہنے یا اپنی جان بچانے کا کوئی حق نہیں ہے تاہم اس کی عزت کی حفاظت سماج کے اخلاقی معیار پر منحصر ہے۔

”گاؤں کی دوسری لڑکیوں کی طرح وہ بھی جانتی تھی کہ مرد ایسا ہی سلوک کیا کرتے ہیں بلکہ عورتوں میں کوئی بھی سرکشی کرتی تو لڑکیاں خود ہی ناک پر انگلی رکھ کے کہتیں——"لے وہ بھی کوئی مرد ہے بھلا۔ عورت جس کے قابو میں نہیں آتی۔۔۔" اور یہ مارپیٹ ان کے گیتوں میں چلی گئی تھی۔ خود لاجو گایا کرتی تھی۔“4

اس اقتباس سے ظاہر ہوتا ہے کہ لاجونتی کی سوچ سماجی دقیانوسیت میں جکڑی ہوئی ہے۔ وہ جانتی ہے کہ عورتوں کی خود مختاری یا آزادی کے حوالے سے سماج کا رویہ غیر صحت مندانہ ہوتا ہے۔ یہاں "مرد ایسا ہی سلوک کرتے ہیں" کا مفہوم مردانہ جبریت کا اظہار ہے، جہاں عورت خود اس مردانہ تشدد اور بالادستی کو معمول سمجھ کر قبول کرتی ہے۔ یہ حقیقت میں کٹر استحصالی رویہ ہے۔ اس قسم کے رویے خواتین کی آواز کو چپ کرانے والی روایت کی نمائندگی کرتے ہیں۔

”اب لاجو سامنے کھڑی تھی اور ایک خوف کے جذبے سے کانپ رہی تھی۔ وہی سندر لال کو جانتی تھی اس کے سوا کوئی نہ جانتا تھا۔ وہ پہلے ہی اس کے ساتھ ایسا سلوک کرتا تھا اور اب جب کہ وہ ایک غیر مرد کے ساتھ زندگی کے دن بتا کر آئی تھی نہ جانے کیا کرے گا۔“5

لاجونتی کی اندرونی بے چینی اور سندر لال کے حوالے سے خوف کی کیفیات کو محسوس کرنا عورت کی حیثیت کو ایک محدود دائرے میں قید کرتا ہے۔ وہ ایک "غیر مرد" کے ساتھ زندگی گزار کر سماج کے زاویے سے ناقابلِ قبول انتخاب کر چکی ہے۔۔ میشل فوکو کے نظریات کی روشنی میں، "لاجونتی" کے کرداروں اور پلاٹ میں انضباطی قوت کی کارفرمائی کو واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔ فوکو کے مطابق، طاقت محض جبر یا تشدد نہیں ہے، بلکہ یہ ایک باریک، منظم اور پوشیدہ قوت ہے جو افراد کے رویوں، جسموں اور ذہنوں کو کنٹرول کرتی ہے۔ سندر لال کی 'پھر بساؤ' کمیٹی اور اس کا لاجونتی کو 'دیوی' کا درجہ دینا، اس نظریے کی بہترین مثال ہے۔ ماضی میں وہ لاجونتی پر جسمانی تشدد کر کے براہ راست طاقت کا استعمال کرتا تھا، لیکن اس کی واپسی کے بعد اس نے ایک نئی حکمت عملی اپنائی یعنی دیوتا بننے کا بیانیہ۔ اب وہ اسے مارتا نہیں بلکہ اسے ایک مثالی، بے عیب اور بے آواز 'دیوی' کے طور پر پیش کرتا ہے۔ یہ کوئی شفقت نہیں بلکہ نئی انضباطی قوت کا استعمال ہے جہاں اس نے لاجونتی کی شخصیت اور جسم کو ایک ایسے تصور میں قید کر دیا ہے جہاں وہ بے آواز اور بے عمل ہے۔

یہ انضباطی قوت کی وہ خاص شکل ہے جس میں کنٹرول باہر سے نہیں بلکہ اندرونی خوف اور مثالی حیثیت کو برقرار رکھنے کی خواہش سے پیدا ہوتا ہے۔ سندر لال نے لاجونتی کے صدمے اور اس کی حقیقی شخصیت کو دیوی کے کردار کے نیچے دبا دیا۔ اس طرح لاجونتی خود اپنے کردار کی محافظ بن جاتی ہے، جہاں وہ نہ صرف سندر لال کے سامنے بلکہ اپنے معاشرتی کردار کے سامنے بھی جواب دہ ہے۔ اس عمل سے وہ نظریاتی قید میں چلی جاتی ہے، جہاں اس کا جسم اور روح دونوں ایک ایسے نظام کے تابع ہو جاتے ہیں جس کی بنیاد خاموشی اور مصنوعی تقدس پر ہے۔ لاجونتی کو اس کے ماضی کے صدمے پر بات کرنے کی اجازت نہ دے کر، سندر لال اس کی شناخت کو کنٹرول کرتا ہے اور اسے ایک نئے، زیادہ طاقتور پنجرے میں بند کر دیتا ہے جس کا وہ خود محافظ ہے۔

”چھوٹی ہوئی عورت ایک ایسا مسلہ بن جاتی ہے کہ وہ بسنے کے بعد بھی اجڑی ہوئی رہتی ہے اور اس کی بشری عظمت بحال نہیں ہو پاتی۔ ان کا خیال ہے کہ افسانہ نگار نے بین السطور میں گرچہ اثباتی انداز فکر اختیار کرنے کی کوشش کی ہے تاہم ہندوستانی معاشرے کی تہذیبی روایات کے پس منظر سے ابھرنے والے المیے پر وہ پردہ ڈالنے سے قاصر رہا ہے۔ یہ نکتہ بھی کسی حد تک درست ہے لیکن یہاں مسلہ محض کسی مغویہ عورت کے سماجی مرتبے کی تجدید کا نہیں ہے بلکہ نفسیات کا ہے۔“6

کہانی کا ایک اور اہم پہلو فوکو کے حیاتیاتی قوت کے تصور سے جڑا ہے۔ حیاتیاتی قوت وہ قوت ہے جو ریاست اپنی آبادی کی صحت، تولید اور عمومی فلاح و بہبود کو منظم کرنے کے لیے استعمال کرتی ہے۔ تقسیم کے بعد، اغوا شدہ خواتین کو 'بحال' کرنے کا عمل کسی فرد کی آزادی کو بحال کرنے کے بارے میں نہیں تھا، بلکہ یہ ریاست کی ایک حکمت عملی تھی تاکہ قومی وجود کو 'پاکیزہ' اور 'بحال' کیا جا سکے۔ ان خواتین کو ان کے خاندانوں میں واپس لانے کا مقصد ان کی ذاتی خوشی نہیں بلکہ ریاست کی عزت اور نسلی پاکیزگی کی بحالی تھا۔ اس طرح، کہانی میں یہ دکھایا گیا ہے کہ کس طرح ریاست، پدرسری خاندان کی طرح، ان خواتین کو اپنی ملکیت سمجھتی ہے، اور انہیں دشمن سے "بازیاب" کی جانے والی قومی عزت کی علامت کے طور پر دیکھتی ہے۔ یہ عمل، جیسا کہ کہانی میں دکھایا گیا ہے، فرد کی فلاح و بہبود کے بارے میں نہیں ہے بلکہ ریاست کے سیاسی ایجنڈے کے بارے میں ہے۔ اس طرح، "لاجونتی" ایک نئی بنتی ہوئی قوم کی میکرو سیاست اور انفرادی دکھوں کی مائیکرو حقیقتوں کے درمیان ایک بنیادی کشیدگی کو ظاہر کرتی ہے، کہ کس طرح تقسیم کا صدمہ محض سرحدوں تک محدود نہیں رہا بلکہ گھریلو دائرے تک بھی پہنچا۔

لاجونتی کی نفسیاتی حالت بھی اسی طرح پیچیدہ اور المناک ہے، اور اسے ٹراما تھیوری کے تناظر میں سمجھا جا سکتا ہے۔ اس کی واپسی اور سندر لال کا اس کے ساتھ برتاؤ (Re-traumatization) کی ایک شکل کو متحرک کرتا ہے۔ اس کی اپنی ماضی کی زندگی کے سفاکانہ معمول پر پچھتاوا، جہاں وہ یاد کرتی ہے، "وہ مجھے مارتا تھا، لیکن مجھے کبھی اس سے ڈر نہیں لگتا تھا،" یہ اذیت پسندی کی علامت نہیں بلکہ صدمے کا ایک عام ردعمل ہے۔ اس کے برعکس، سندر لال کا نیا، پریشان کن احترام ایک غیر معمولی اور غیر متوقع جذباتی منظر ہے، جو اسے اپنے صدماتی تجربات پر عمل کرنے سے روکتا ہے۔ اس پر اس کی مسلط کردہ خاموشی اسے اپنے دکھ کے بیانیے میں شامل ہونے سے روکتی ہے۔ چونکہ شفا کا عمل صدمے کو بیانیے میں شامل کرنے اور اس پر غور کرنے سے شروع ہوتا ہے، لاجونتی کے لیے شفایابی کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ وہ جسمانی طور پر بحال ہوگئی لیکن اس کی نفسیاتی حقیقت منجمد ہو کر رہ گئی۔ یہ مثالی حیثیت اس پر جذباتی بوجھ ڈالتی ہے، جو اسے انسانی دکھ اور کرب کے اظہار سے روکتا ہے، یوں یہ نفسیاتی تشدد ایک دائمی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

کہانی کا عنوان، لاجونتی کے پودے کا ایک حوالہ ہے، جو ایک المناک طنزیہ بن جاتا ہے۔ جب وہ اپنے وجود کے مسخ ہونے اور کچلنے سے بچ جاتی ہے تو وہ ایک ایسے شوہر کے محتاط، جراثیم سے پاک ہاتھوں تلے مرجھاتی ہے جو اس کے جذبات سے واقعی "چھونے" یا اس کے درد کو تسلیم کرنے سے انکار کرتا ہے۔ اسے معاشرے اور اس کے شوہر نے "بحال" کیا، لیکن اسے کبھی بھی صحیح معنوں میں قبول نہیں کیا گیا۔

> "بیدی نے کہانی کے نام سے تو اسے لاجونتی کی کہانی ہونے کا اشارہ دیا ہے مگر کہانی اپنے برتاؤ(Behaviour) سے اور واقعات کی تہہ داریوں اور Loudness سے راقم الحروف کے خیال میں سندر لال کی کہانی بن جاتی ہے۔ لٹی پٹی اور کچلی ہوئی لاجو تو سب کچھ سہہ کر اپنی کہانی کو سمیٹ کر بیٹھ گئی مگر گلی گلی جلوس نکال کر جس کرب سے سندر لال گزر رہا ہے، وہ کرب اُسے نہ توڑنے دیتا ہے اور نہ انتقام کی آگ بھڑکاتا ہے۔"7

راجندر سنگھ بیدی کا افسانہ "لاجونتی" نفسیاتی اور تانیثی ادب کا ایک شاہکار ہے۔ یہ کہانی سادہ فلاحی بیانیے کو مسترد کر کے یہ دکھاتی ہے کہ کس طرح تشدد کا شکار ہونے والے افراد، بالخصوص خواتین، کو پدرسری معاشرے نے ایک نئے نظام کے تحت خاموش کر دیا تھا۔ سندر لال کا لاجونتی کو 'دیوی' کا درجہ دینا محض شفقت کا عمل نہیں ہے؛ جیسا کہ فوکو کے نظریات سے ظاہر ہوتا ہے، یہ انضباطی قوت کا ایک طاقتور مظاہرہ ہے جس میں اس نے لاجونتی کی ذات کو ایک بے جان اور بے آواز تصور میں قید کر دیا تھا۔ اس عمل سے لاجونتی کو "ماتحت" کی حیثیت میں دھکیل دیا گیا، جس سے وہ اپنی حقیقی کہانی بیان کرنے سے قاصر رہی۔ یوں، بیدی ایک ایسا بیانیہ

تخلیق کرتے ہیں جو تقسیم کے بعد حقیقی سدھار کے امکانات کو چیلنج کرتا ہے اور یہ یاد دہانی کراتا ہے کہ خاموشی اور مثالی بنانا کبھی بھی بحالی کا حقیقی متبادل نہیں ہو سکتا۔

سندر لال کا شخصی عمل جو لاجونتی کو ایک مثالی دیوی بنا کر اس کے صدمے سے کنارہ کشی اختیار کرتا ہے، در حقیقت تقسیم کے بعد کی سماجی نفسیات اور پدر سری سماج کے اخلاقی بحران کا عکاس ہے۔ بیدی اس افسانے کو محض ایک المناک واقعہ کے بجائے ایک لازوال اخلاقی چیلنج بنا دیتے ہیں۔ وہ یہ واضح کرتے ہیں کہ معاشرتی شفایابی کا عمل تب تک ناممکن رہتا ہے جب تک فرد کی انفرادی صدمے کی تاریخ کو اجتماعی سماجی ڈھانچے میں پوری سچائی کے ساتھ شامل نہ کر لیا جائے۔ سندر لال کا لاجونتی کے تجربے سے صرفِ نظر کرنا در اصل اجتماعی انکار کی نفسیات کا عکاس ہے، جہاں معاشرہ بھی اخلاقی سالمیت کو برقرار رکھنے کی خاطر مغویہ خواتین کے کرب کو فراموش کر دیتا ہے۔ ”لاجونتی“ محض تقسیم کا افسانہ نہیں، بلکہ یہ پدر سری سماج کی اس ناکامی کا ایک تیکھا اور جامع تنقیدی جائزہ بھی ہے جس نے عورت کے دکھ کو ایک نئے طرح کے تشدد، یعنی 'تقدیس کے جبر' سے بدل دیا، جس کی گونج آج کے سماجی ڈھانچے میں بھی سنی جا سکتی ہے۔

حوالہ جات

1۔ اسلم جمشید پوری، ترقی پسند اردو افسانہ اور چند اہم افسانہ نگار (دہلی: موڈرن پبلشنگ ہاؤس، 2002ء) ص 82

2۔ گوپی چند نارنگ، اردو افسانہ روایت اور مسائل (نئی دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، 2013ء) ص 398

3۔ راجندر سنگھ بیدی، اپنے دکھ مجھے دے دو (دہلی: مکتبہ جامعہ، 1997ء) ص 10

4۔ ایضاً، ص 08

5۔ ایضاً، ص 18

6۔ وہاب اشرفی، راجندر سنگھ بیدی کی افسانہ نگاری "اپنے دکھ مجھے دے دو" کی روشنی میں (دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، 2001ء) ص 37

7۔ محمد عقیل، اردو افسانے کی نئی تنقید (الہ آباد: انجمن تہذیب نو پبلی کیشنز، 2006ء) ص 257-258